اختصاصات نبویہ کے بیان میں قرآن کا اسلوب-تعارفی مطالعہ

شائستہ جبیں*

The Holy Prophet (PBUH) was bestowed with distinctive and unmatchable qualities and attributes by Allah Almighty, which was not endowed to anyone else. The Quran is the best of divine guidance that imparts primary knowledge of all significant issues. The Quran has also guided about the exceptionality and inimitability of the Holy Prophet (PBUH), through optive, diversified methodologies and distinctions. The article deals with the Quranic methodologies of describing the uniqueness of the Holy Prophet (PBUH), that include historical,comparative,miraculous,warning and implicative methodologies. Sufficient examples have been produced to authenticate the derived methodologies.

قرآن مجید اللہ جل شانہ کی لاریب کتاب قلب محمدی پر نازل ہوئی اور آپ ﷺ کا قلب ہی وہ اولین ظرف ہے جس نے کلامِ الٰہی کو اپنے اندر محفوظ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس مقامِ مبارک پر اولین طور پر قرآن کو محفوظ کرنے کا وعدہ فرمایا وہ آپ ﷺ کا قلب مقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۱؎

(بے شک اس کو جمع کرنا اور اس کو پڑھانا ہمارے ذمہ ہے)۔

چنانچہ قرآن الٰہی وعدہ کے مطابق آپ کے دل میں "جمع" ہوا اور آپ کے لبوں سے ادا ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے کلام آخرین کو روایت کرنے والے خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ ہوئے۔ قرآن مجید کی بہت سی حیثیتوں کا دارومدار رسول اللہ ﷺ کی ذات برکات پر ہے۔ قرآن کی قرآنیت کا ثبوت محمد رسول اللہ ہیں۔ قرآن کی حفاظت کے اولین مورد و مہبط محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قرآن کی قرأت کے اولین قاری محمد رسول اللہ ہیں۔ قرآن کے بیان کی اولین ہستی بھی رسول اللہ ہیں۔ اس لیے قرآن اور محمد رسول اللہ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان کان خلقه القرآن اسی حقیقت کا غماز ہے۔ جس قرآن کا رسالتماب ﷺ سے ایسا تطابق و تلازم ہو وہ ان کی ذات و صفات کا بیان کیسے نہ ہوتا؟ اس لیے

*لیکچرر اسلامیات، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، جھنگ۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ کے خصائص و امتیازات پر اولین کتاب "قرآن مجید" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلامِ مقدس میں محمد رسول اللہ ﷺ کے خصائص کے تذکروں کو کئی معنوی جہات عطا کی ہیں۔

قرآن کی انہی معنوی جہات کو ذیل میں تفصیلاً ذکر کیا جاتا ہے کہ قرآن کے وہ کون کون سے اسالیب ہیں جنہوں نے خصائصِ محمدیہ ﷺ کے بیان کو جلا بخشی اور امتِ محمدیہ کے لیے اس فن میں بحث و نظر کے اصول عطا کیے۔

تاریخی اسلوب

نبی کریم ﷺ کی نبوت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں آنے والے انبیاء سے اطاعت کا عہد لیا۔ یعنی بنی نوع انسان کی تاریخ میں جتنے بھی پیغمبر اور رسول آئے۔ وہ اگرچہ تاریخی اور زمانی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ سے پہلے تشریف لائے۔ لیکن ان تمام حضرات انبیائے کرام کو اللہ جل شانہ آپ ﷺ کی مبارک آمد سے آگاہ فرما کر آپ ﷺ کی پیروی کا عہد ہر دور اور ہر قوم میں آنے والے نبی سے لیتا رہا۔ حدیث کی روایات کے مطابق سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے عالم ارواح میں عہد لیا گیا تھا کہ ہر نبی سرکار دو عالم ﷺ پر ایمان لائے گا اور آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرے گا اور تمام مہمات میں آپ ﷺ کی نصرت کرے گا۔ قرآن مجید اس عہد کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ [2]

"اور وہ وقت یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا تھا کہ ہم جو تمہیں کتاب و حکمت دیں، پھر خدا کا رسول تمہارے پاس آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہو اس کی تصدیق کرے، تو ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا"۔

آیتِ میثاق کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے واضح کیا ہے کہ یہاں رسول سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔

"رسول اگرچہ نکرہ ہے لیکن اشارہ ایک فردِ معین کی جانب کر رہا ہے اور یہ اسلوب قرآن میں عام ہے چنانچہ یہاں مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور صحابہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اسی طرف گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی انبیائے

کرام مبعوث فرمائے ان میں سے ہر ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ اگر ان کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کر دیا گیا تو انہوں نے آپ کے ساتھ ضرور ایمان لانا ہوگا اور آپ کی ضرور مدد کرنی ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے بھی یہ عہد و پیمان لیں کہ اگر ان کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئیں تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ ضرور ایمان لانا اور آپ کی ضرور مدد کرنا ہوگی۔

اور یہی مذہب عموماً اکابر مفسرین کا ہے۔ اور عارفوں سے بھی یہی ہے منقول ہے کہ رسول حقیقی اور شارع مستقل تو حضرت محمد ﷺ ہی ہیں اور باقی دوسرے انبیاء یہ طور آپ کے تابعین کے ہیں"۔ [۳۷]

''افضل الرسل'' میں قرآن کے اس تاریخی اسلوب کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ:

''تمام انبیائے سابقین اپنے اپنے وقت میں اپنی امتوں سے عہد لیتے تھے اور ان کو تاکید کرتے تھے کہ اگر وہ حضرت رسول اکرم ﷺ کا زمانہ پالیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ کیوں کہ مقصود اس آیت شریفہ سے ان لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے کہ وہ ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔ حضرت علی و ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ میثاق و عہد نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ مختص تھا۔ یعنی حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمام انبیائے کرام و رسل عظام سے خدا تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ اگر وہ رسول اکرم ﷺ کا زمانہ پا تو ان پر واجب ہے کہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ دیکھئے حبیب خدا کی شرافت و منزلت کس طرح مدِ نظر ہے کہ ابھی عالمِ دنیا میں یہ شکل خاص پیارے کا ظہور بھی نہیں ہوا لیکن سب انبیاء سے اس پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد پختہ لیا جا رہا ہے''۔ [۳۸]

ڈاکٹر عبدالغفور ارشد اس نکتے کی وضاحت کچھ اس طرح فرماتے ہیں: ''جب تمام انبیاء نے وعدہ کر لیا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی رسالت کو تسلیم کریں گے، اس پر ایمان لائیں گے اور اس سے تعاون کریں

گے تو امتوں پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ خاتم الانبیاء کی نبوت اور آخری کتاب قرآن مجید کی موجودگی میں کسی اور نبی کی نبوت اور اس پر نازل کردہ کتاب سے وابستگی کا اظہار نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ سراج منیر کی آمد کے بعد کوئی اور چراغ نہیں جل سکتا۔ حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عمرؓ تورات کے اوراق پڑھ رہے تھے جب ان پر سرورِ کونین ﷺ کی نگاہ پڑی تو غضب ناک ہو کر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر موسیٰ بھی زندہ ہو کر آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع اختیار کر لو تو گمراہ ہو جاؤ گے''۔ ۵

انبیائے سابقین سے جب آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان کا عہد لیا گیا تو انہوں نے اپنی اپنی قوم کو آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے آپ ﷺ پر ایمان، آپ کی تصدیق اور آپ کی نصرت کا عہد لیا۔ نبی مکرم ﷺ سے قبل آنے والے آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آپ ﷺ کے بارے میں دی گئی خوشخبری کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

> وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۶
>
> ''اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا تورات اور اپنے آنے والے نبی کی خوشخبری دینے والا، جن کا نام احمد ہوگا، پھر جب ان کے پاس واضح نشانی آئی تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے''۔

الغرض تاریخی اعتبار سے بھی یہ اعزاز صرف نبی اکرم ﷺ کو حاصل ہے کہ کائنات کے پہلے انسان اور نبی سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت اور مقام و مرتبہ سے اللہ رب العزت نے خود اپنے کلام کے ذریعے آگاہ فرمایا۔

تقابلی اسلوب

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جہاں دوسرے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کیا وہاں آپ کے ذکر کو مقدم رکھا جو کہ بارگاہ خداوندی سے آپ کا ایک بڑا اعزاز ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک مقام پر ارشاد

فرمایا:

اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ۚ وَ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَ عِیۡسٰی وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡنُسَ وَ ہٰرُوۡنَ وَ سُلَیۡمٰنَ ۚ وَ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۷

''اے رسول! ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوح کی طرف بھیجی اور (ان) نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے (جس طرح ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور انکی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔''

اسی طرح قرآن نے ایک اور مقام پر دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ذکر کو مقدم رکھا جو کہ آپ کے خصائص اور امتیازات میں سے ہے۔ارشاد فرمایا:

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیۡثَاقَہُمۡ وَ مِنۡکَ وَ مِنۡ نُّوۡحٍ وَّ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ۪ وَ اَخَذۡنَا مِنۡہُمۡ مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا ۸

''اور (وہ وقت یاد کریں) جب ہم نے تمام پیغمبروں سے مستحکم اور مضبوط وعدہ لیا، اور آپ سے بھی، نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا (کہ وہ اللہ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی تبلیغ میں ہمیشہ ثابت قدم رہیں گے''۔۹

حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے کنایہ سے خطاب فرمایا۔ جبکہ دیگر انبیاء کو ان کے ناموں سے یاد اور خطاب فرمایا ہے۔ جیسے کہ:

وَ عَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ۪۱۰

قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اہۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا ۱۱

یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ ہٰذَا ۱۲

قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُکَ ۱۳

قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰہُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً ۱۴

وَ وَہَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَیۡمٰنَ ۱۵

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ ۱۶

مگر آقائے نامدار کو خطاب فرمانا ہو تو یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۱۷

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۱۸

یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۱۹

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۲۰

جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور کے مبارک نام کی تصریح فرمائی ہے وہاں ساتھ ہی رسالت یا کوئی اور وصف مذکور فرمایا ہے۔ جیسے

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۲۱

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۲۲

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ ۲۳

انبیائے کرام اور رسلِ عظام کے حق میں کفار اور مشرک لوگ بغض و عناد کی بناء پر جو گستاخانہ کلمات کہتے تھے، اس کا جواب خود حضرات انبیائے کرام دیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان کے حق میں اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاھَۃٍ ۲۴ (ہم تمہیں گمراہی میں دیکھتے ہیں) کہا تو حضرت ہود نے جواباً یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ ۲۵ (اے میری قوم میں گمراہی میں نہیں ہوں) فرما کر ان کا رد فرمایا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ۲۶ (اے موسیٰ! میرے گمان میں تجھ پر جادو ہو گیا ہے) سے یاد کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا تو آپ نے اس کو جواب میں اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۲۷ (اے فرعون! تو بلا شبہ راندہ درگاہ ہے) سے یاد کیا۔ باقی حضرات انبیائے کرام کی بھی کلام اپنے ہم قرنوں سے ہوتی تھی اور وہ اس کا جواب بذاتِ خود اُن کو دیتے تھے۔ ادھر ہمارے نبی سید المرسلین کی عظمت و رفعت دیکھئے کہ جب آپ کی شان میں کافروں نے بے جا کلمات (ساحر و مجنون وغیرہ) استعمال کیئے تو خود خالق و مالک رب العالمین نے اپنے حبیب کی طرف سے کفار کو جواب دیا۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۲۸ (آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں)

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۲۹ (اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ ان کی شان کے لائق ہے)

رب العزت نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ امم سابقہ رسل کرام کو اُن کے نام لے کر پکارتی تھیں۔ مثلاً

يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۳۰ (اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا کہ اُن کے اتنے خدا ہیں)

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ ۳۱ (اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا)

اور نبی اکرم ﷺ کے خصائص و امتیازات ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر اہل اسلام کو تنبیہ کی کہ خبردار! میرے پیارے حبیب کا نام اس طرح بے ادبی کے ساتھ مت لیا کرو، جس طرح تم ایک دوسرے کے نام لے کر پکارتے ہو۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۳۲

(رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے)

یہ فضیلت و شرف سب حضرات انبیائے کرام میں سے صرف آپ ﷺ ہی کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ ۳۳

کتب الٰہی میں حضرت آدم، داؤد اور موسیٰ علیہم الصلوۃ کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان سے فلاں فلاں لغزش سرزد ہوئی اور انہوں نے جب بصد خشوع و خضوع اپنے رب کے دربار میں حاضر ہو کر معافی چاہی تو ان کو معافی دے دی گئی اور پیارے حبیب کے حق میں کسی قسم کی لغزش کا ذکر کیے بغیر۔ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۳۴

(تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی تمام کوتاہیوں کو معاف کر دے)

خیال کیجئے کہ شفیع المذنبین کی عزت ظاہر کرنے کے لیے اور آپ کو غم و فکر سے دور رکھنے کے لیے اور آپ کو حوصلہ و تسلی بخشنے کے لیے تو خالق دو جہاں نے الہامی کتاب میں آپ ﷺ کی لغزش کا ذکر نہیں کیا اور خطیات سابقہ و لاحقہ معاف فرما دیں اور باقی حضرات کی لغزشوں کا ذکر فرمانے کے بعد ان کی معافی کا اظہار

فرمایا۔ یعنی خداوند کریم کو محبوب دو جہاں کی کس قدر عزت منظور ہے اور آپ کے فضل و شرف کی کہاں تک حد ہے۔ خالق دو جہان نے ہمارے رسول اکرم ﷺ کو ایک خاص رتبہ عنایت فرمایا ہوا ہے جو کسی نبی کو میسر نہیں ہوا۔ یعنی خداوند عالم نے آیت مبارکہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۳۵

نازل فرما کر واضح کر دیا کہ اس کی ذات قدیم اور اس کی مقدس جماعت ہمیشہ رسول اکرم پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور ہمیشہ بھیجتے رہیں گے۔ اب نہ ذات قدیم کو فنا و زوال اور نہ ہی حبیب خدا کے اوصاف و فضائل کا حد و حساب، اب جو شخص ذات مقدس کی صفات کا اوّل سے آخر تک پتہ لگائے گا وہ رسول اکرم ﷺ کے شرف و مجد سے بھی آگاہ ہو جائے گا۔ ہم تو اس سے بھی عاجز اور اس سے بھی قاصر۔ یہ شرف آج تک نبی مکرم ﷺ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا کہ خود خداوند تعالیٰ ازل سے ابد تک کسی کی تعریف و توصیف فرماتا رہے اور اس کی غیر متناہی عزت و شرافت کو بیان کرتا رہے۔

اعجازی اسلوب

نبی اکرم ﷺ کے امتیازات اور خصائص کے بیان میں قرآن مجید کا ایک اسلوب نبی مکرم ﷺ کے معجزات کا بیان ہے۔ یہ پہلو بھی دیگر انبیاء و رسل پر آپ ﷺ کی فضیلت ثابت کرتا ہے۔ حافظ زاہد علی اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”سرکار دو عالم ﷺ کو کثرت معجزات کی وجہ سے بھی دوسرے تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ جس قدر معجزات آپ ﷺ کو عطا فرمائے گئے اتنے معجزات کسی اور نبی کو نہیں دیے گئے۔ قرآن حکیم کو ایک ایک حرف معجزہ ہے۔ کیوں کہ اس کی شان ہے اللہ رب العزت نے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۳۶

کا اعزاز آپ ﷺ پر نازل کردہ کتاب کے علاوہ اور کسی کتاب کو عطا نہیں فرمایا۔ اور یہ آپ ﷺ کی شان مبارک کا اعزاز ہی ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی آپ ﷺ پر نازل کردہ کتاب کا ایک ایک حرف روز اول کی طرح محفوظ ہے۔

قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ کے امتیازات اعجاز کا ایک اور پہلو معجزہ شق القمر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ○ وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَةً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ○ وَکَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ۳۷

(یعنی قیامت نزدیک آگئی اور چاند شق ہو گیا، اگر کافر کوئی سا بھی نشان دیکھیں تو اس سے اعراض ہی کریں کہ یہ تو جادو ہے، اور انہوں نے (خدا کے رسول کو) جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور ہر کام کا ایک انجام ہے)۔

یہ سرکار دو عالم ﷺ کا ایک ایسا عظیم الشان معجزہ ہے جو کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوا۔ ایسا معجزہ جس کا تعلق اجرام فلکی سے ہو"۔ ۳۸

تمام انبیاء و رسل میں سرکار دو عالم ﷺ واحد پیغمبر ہیں جن کو اسراء اور معراج سے نوازا گیا۔ گویا یہ آپ کے عظیم الشان خصائص اور امتیازات میں سے ہے۔ کلام الٰہی کے اس معجزہ کے حوالے سے اسلوب کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید محمد بدر عالم فرماتے ہیں: "خالق کون و مکان نے دنیا کی عمر میں یہ محفل ایک ہی بار ایک ہی شخصیت کے لیے سجائی اور کیا خوب سجائی جس کو سن کر بے ساختہ زبان سے سبحان اللہ نکلتا ہے، لیکن اس نے اس کی ابتدا کا تذکرہ "سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ" ۳۹ کہہ کر اس شان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا، اور اللہ اکبر کہہ کر اس پر عظیم کی غایت بھی خود ہی بیان فرمادی یعنی "لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا" ۴۰ تا کہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ وہ سیر صرف آپ کو عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرانے کی تھی۔ کاش کہ کوئی اہل علم ہوتا جو یہاں گن گن کر ان آیات کو شمار کراتا تا کہ دیکھنے والے دیکھ لیتے کہ تنہا سفر معراج ایک معجزہ نہیں بلکہ نہ معلوم قرآنی زبان میں اپنے دامن میں آیات کبریٰ کے کتنے لعل و جواہر لیے ہوئے ہے جن میں سے کچھ احادیث متفرقہ میں مل سکے اور کچھ علم پروردگار میں باقی رہ گئے۔ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ۴۱ اب وہ کیا تھے اس کی خبر کس کو لگ سکتی ہے"۔ ۴۲

یعنی یہ صرف نبی آخر الزمان کا ہی اعجاز ہے کہ آپ ﷺ اور اللہ رب العزت کی ملاقات کے مکمل اسرار و رموز مالک کائنات نے ظاہر کرنا ہی مناسب نہیں سمجھا۔

الغرض اللہ رب العزت نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو عملی معجزات دیے تھے اور سرکار دو عالم ﷺ کو عملی معجزات کے ساتھ ساتھ قرآن کا علمی معجزہ بھی عطا فرمایا گیا۔ عمل کا خاصہ یہ ہے کہ عامل جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے، لیکن علم کی خاصیت یہ ہے کہ عالم دنیا سے اٹھ بھی جاتا

ہے، تو اس کا علم باقی رہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عملی معجزات آپ کی ذات کے ساتھ ختم ہو گئے مگر علمی معجزہ قرآن حکیم آج تک موجود ہے۔ معجزہ چوں کہ دلیل نبوت ہوتا ہے تو آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل آج بھی دنیا میں موجود ہے۔

تہدیدی اسلوب

بیانِ خصائص میں قرآن مجید کا ایک نمایاں اسلوب تہدید کا انداز اختیار کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۴۳

(کیا ان کو خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور رسول کے تو اُس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اُس میں رہےگا اور یہ بڑی رسوائی ہے)۔

اللہ اور رسول ﷺ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے مخالفوں کو سخت ڈرایا جا رہا ہے۔ یعنی معلوم ہوا کہ خدائے قدوس اور محبوب کو ناراض کرنے کا ایک ہی حکم ہے۔ شیطان کو حکم سجدہ ملا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو، لیکن اُس نے انکار کیا، خدا کی توحید اور سجدے کا انکار نہ کیا تھا، بلکہ نور محمد کے اٹھانے والے حضرت آدم کی عظمت کا انکار کیا تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ تمام عمر کی عبادتیں بے کار ہو گئیں اور لعنت کا طوق گلے میں پڑ گیا۔ یہ تو مخالفت کا حکم تھا، لیکن رسول اکرم کو ناراض کرنے کا وبال خدائے پاک کی ناراضی سے زیادہ ہے۔

اس لئے کہ رب نے فرمایا کہ اے محبوب اگر یہ لوگ کوئی بھی جرم کریں تو آپ کے پاس آجاویں اور آپ اُن کی سفارش کریں تو ہم اُن سے راضی ہو جاویں گے۔۴۴

نبی اکرم ﷺ کی پیروی نہ کرنے والوں کو اللہ رب العزت نے دنیا و آخرت کے دردناک عذاب سے خبردار کیا ہے۔ فرمایا

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۴۵

(اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ ہدایت واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرے تو ہم اسے پھیر دیں گے اُسی راستے کی طرف اور اسے جہنم میں ٹھکانہ دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے)۔

نبی اکرم ﷺ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کے لائے ہوئے پیغام کی پیروی نہ کرنا ہے آپ پر ایمان نہ لانا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ رب العزت نے دردناک عذاب کی خبر دی ہے۔ کیوں کہ نبی محترم کی شان عظمت و رفعت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لایا جائے اور آپ کی تصدیق کی جائے۔ اسی مضمون کو اللہ رب العزت نے سورۃ انفال میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ [۳۶]

(اور یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لیے سخت عذاب ہے)۔

اللہ رب العزت نے جہاں اپنی نافرمانی کا ذکر کیا وہاں اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی نافرمانی اور ناراضگی کو بھی ساتھ ہی ذکر فرمایا۔ یعنی ایک کو ناراض کرنے کا مطلب خود بخود دوسرے کو ناراض کرنا ہے اور ایک کی نافرمانی کا مطلب دونوں کی نافرمانی ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی ہی امتیازی شان اور وصف ہے جو دنیا کے کسی اور انسان کو نہیں ملا کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی خوشی کو اپنی خوشی، محبوب ﷺ کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا۔ اس عظیم الشان مرتبے میں آپ ﷺ کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اس اسلوب کی متعدد آیات ہیں کہ جن میں ایسے لوگوں کو عذاب الٰہی سے متنبہ کیا گیا ہے کہ جو رسول اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا باعث بنتے ہیں ارشاد ہوا: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [۳۷]

(اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

یہاں قرآن نے منافقین سے خطاب کیا ہے جو کہ بظاہر تو نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے لیکن درحقیقت ان کا مقصد آپ ﷺ، اہل اسلام اور دین اسلام کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے خود ایسے لوگوں کی گوشمالی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایسے تمام لوگ جو کسی بھی طرح سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔ ان کے تمام اعمال اکارت چلے جائیں گے اور وہ دنیا و آخرت میں رسوا کرنے والے عذاب کا سامنا کریں گے۔ یہ آپ ﷺ کا امتیاز ہی ہے کہ اللہ رب العزت منافقین کے دلوں میں چھپی باتیں بے نقاب کر کے ان کے ارادوں سے آگاہ فرما رہا ہے۔

رمزی واشاراتی اسلوب

بیان خصائص میں کلام الٰہی کا ایک اسلوب ایسے لطیف کنائے اور رمز میں خطاب ہے کہ اگر غور کیا جائے تو نبی اکرم ﷺ کی شان مبارکہ کے اچھوتے اور منفرد پہلو سامنے آتے ہیں۔ اہل علم نے ایسی آیات پر غور وفکر کر کے ان کے معانی ومفہوم سے بڑی عمدگی سے آگاہ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۳۸

(یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے، پس آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں)۔

حافظ زاہد علی اس آیت کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں: ''اس آیت کا طلب ہے کہ اے محمد! ان نبیوں اور رسولوں نے جو عمل کیا ہے آپ اس کے مطابق عمل کریں اور ہماری دی ہوئی ہدایت اور توفیق کے مطابق جس طرح انہوں نے زندگی گذاری ہے آپ بھی اپنی زندگی اسی طرح گذاریں اور ان تمام انبیاء و رسول کے جس قدر محاسن اور خوبیاں ہیں آپ وہ سب اپنے اندر جمع کرلیں۔ اس آیت میں سرکار دو عالم ﷺ کی عظیم منقبت بیان کی گئی ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں میں جو کمالات اور خوبیاں الگ الگ طور پر پائی جاتی تھیں وہ سب کمالات اور خوبیاں آپ کی ذات میں جمع ہوگئی ہیں۔ علمائے اسلام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں، اور اس کی تقریر یہ ہے کہ جو جو اوصاف و کمالات دوسرے تمام انبیائے کرام میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں، وہ سارے کمالات آپ کی ذات ستودہ صفات میں جمع کردیئے گئے۔۳۹

رحمۃ للعالمین میں اسی آیت کی رمز کو اس طرح واضح کیا گیا ہے: آیت بالا میں حضور ﷺ کو جملہ انبیائے کرام کی صفات عالیہ اپنے اندر جمع کرلینے کا حکم ہے۔ کیوں کہ موافقت اخلاق اسی طریق سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو حسب ونسب میں خود صاحب عمود عالم ہونا چاہیے۔ اور لوگوں کو نوحؑ و ابراہیمؑ اور اسحٰق و یعقوبؑ کی جانب انتساب سے مستغنی کردینا چاہیے۔ نبی ﷺ کو چاہئے کہ داؤد علیہ السلام کی طرح عرب کے قبائل متعددہ اور شعوب مختلفہ کو متحد بنادیں۔ تاکہ وہ سب مل کر قوم واحد بلکہ شخص واحد کی شان پیدا کرلیں اور نبی ﷺ کو سلیمان علیہ السلام کی طرح امن محکم اور صلح استوار سے ملک کو سرسبز وشاداب بنادینا چاہئے نیز عبادت الٰہی کے لیے ایک ایسا معبد تیار کردینا چاہیے جو تقدس میں بیت المقدس سے بڑھ کر اور اعداء

کی دست برد سے بالاتر ہو۔ نبی ﷺ کو صبر ایوبی کا وہ نمونہ دکھلانا چاہیے کہ وماصبرك الا باللہ کا توقیع خاص آپ ﷺ کے لیے صادر ہو جائے۔ اور عفو یوسف کا نمونہ بعید ترین اعداء اور سنگین ترین اشقیار کو بھی ایسا دکھلانا چاہیے کہ ان کے کینہ اور غل کا پورا پورا درمان بھی ہو جائے اور آئندہ کے لیے ان کے دل حضور ﷺ کی محبت سے معمور اور ذوقِ اطاعت سے پرنور ہو جائیں۔

نبی ﷺ کا کام تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہین صادقہ اور آیات باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں کی اصلاح فرماتے اور سحر کارانِ ماہرفن پر باب نجات کھول دیتے۔ حضور ﷺ کی شان ہے کہ ہارون کی طرح منبر کو اپنے خطاب سے اور محراب کو اپنی امامت سے سربلند فرمایا۔ زکریا علیہ السلام کی طرح دنیا کو دعا کی طاقت سے باخبر فرمایا۔ جنگلی شہد اور بیابانی ملخ پر گذران کرنے والے یحییٰ علیہ السلام کی طرح خشک کھجوروں اور آب مقطر کو اپنی اور اپنے اہل بیت کی مستقل غذا قرار دیا۔ الیاس علیہ السلام خشک لبوں اور بیابان نوردوں کو سیراب کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے سنگلاخ زمینوں پر معرفت کے چشمے بہا دیے۔ اسمٰعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی عمارت کو مکمل کیا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کعبہ کو قبلہ بنا کر جن وانس وملائکہ کا مرکز عبادت اور مسطر عبادت قرار دیا۔

یونس علیہ السلام تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے اور نبی ﷺ تین شبانہ روز غار کے پیٹ میں سکون پذیر ہوئے۔ یونس علیہ السلام کی زبان پر استغفار تھا اور حضور ﷺ کی زبان معیت الٰہی کے عرفان سے گہر ریز تھی۔ لوط علیہ السلام کے مواعظ تحریم خبائث پر مشتمل تھے۔ نبی ﷺ نے بھی اس بارے میں سعی بلیغ اور کوشش کامل فرمائی۔ ناظرین جب یہ دیکھیں گے کہ آیت زیر عنوان نبی اکرم ﷺ کو ان جملہ صفات عالیہ کا جامع بتلا رہی ہے تو انہیں بوثوق اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ مقام جامع بھی نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ ۵۰

''شان حبیب الرحمٰن'' کے مصنف نے بڑے عمدہ پیرائے میں مختلف آیات سے نبی اکرم کے خصائص اخذ کیے ہیں۔ جب کہ بظاہر دیکھنے میں وہ آیات آپ ﷺ کی رفعت شان سے متعلق معلوم نہیں ہوتیں۔ لکھتے ہیں

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۵۱

(تم فرمادو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہوں تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں)۔

یہ آیت کریمہ بھی نبی کریم ﷺ کی نعت پاک ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت جلد اول باب سوم میں فرمایا کہ اہل تحقیق کے نزدیک رب کے کلمات سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و کمالات اور حضور کے علوم ہیں، تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اگر دنیا بھر کے نعت خوان، نعت گو، واعظین اور کاتبین دو سمندروں کے پانی کی روشنائی لے کر بھی صفات و کمالات مصطفی ﷺ لکھیں تو روشنائی ختم ہو جائے گی مگر حضور ﷺ کے اوصاف ختم نہ ہوں گے"۔ ۵۲

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۵۳

(اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس ہے)۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور اکرم ﷺ کی شان اور امتیاز بیان کر رہی ہے۔ اولاً ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ نور خدائے پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کے معنی ہیں روشن فرمانے والا، تو معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روشن فرمانے والا ہے۔ اب روشن فرمانے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ان کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے کیوں کہ عدم تاریکی ہے اور وجود نور یعنی ان سب کا خالق ہے، یا کہ ان سب کو تاروں اور چاند اور سورج سے روشن فرمانے والا ہے، یا کہ ان سب میں نورِ مصطفیٰ ﷺ سے روشنی پھیلانے والا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوا۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۵۴

اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے۔ جس طرح کہ آسمان میں اُس نے چاند تارے اور سورج وغیرہ پیدا فرمائے۔ اسی طرح زمین میں انبیاء مرسلین، پھر علماء و مشائخ کا نور پھیلایا، تو آسمان کو اور چیزوں سے منور کرنے والا اور زمین کو اور چیزوں سے اس معنی پر یہ جزو آیت بھی نعت رسول ﷺ کا بیان ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۵۵

(آگاہ رہو اللہ کے ذکر سے ہی دل سکون پاتے ہیں)۔

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کھلی ہوئی نعت ہے۔ اس میں مسلمانوں کو دل کی بے قراری اور بے چینی کا علاج بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ذکر اللہ سے دل چین میں آتے ہیں۔ ذکر اللہ سے یا تو مراد اللہ کی ذات ہے یا ذکر اللہ حضور ﷺ کا نام شریف ہے۔ اگر آیت مبارکہ کے دوسرے معنی مراد لیے جائیں تو یہ ظاہر ہوگا کہ ذکر اللہ یعنی رسول اللہ سے بے چین دل کو چین ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ذکر اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر رب یاد آتا ہے۔ ۵۶

اللہ جل شانہ سے نسبت کا اسلوب

اللہ رب العزت نے اپنے نبی مکرم ﷺ کے امتیازی اوصاف بیان کرنے کے لیے اپنی کتاب میں بہت سے اسلوب اختیار کیے ہیں۔ ان اسالیب میں ایک منفرد انداز نبی اکرم ﷺ کی نسبت اللہ رب العالمین کے ساتھ ظاہر کر کے آپ ﷺ کی فضیلت کو لوگوں کے سامنے واضح کیا گیا ہے۔ کلام الٰہی میں متعدد ایسی آیات ہیں کہ جن کے ذریعے نبی مکرم ﷺ کی رفعتِ شان اس انداز میں سامنے آتی ہے کہ اللہ نے جہاں اپنا ذکر کیا، وہاں اپنے حبیب کا بھی ذکر فرمایا۔ کہیں اپنی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط کر دیا اور کہیں محبوب کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا۔

پروفیسر نور بخش توکلی نے اپنی کتاب میں ایسی آیات یکجا کی ہیں کہ جن میں حضور کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں طاعت و معصیت، فرائض و احکام اور وعدہ وعید کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ یہاں چند آیات درج کی جاتی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۵۷

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ ۵۸

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۵۹

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۶۰

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۶۱

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۶۲

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۶۳

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۶۴

اس طرح کی بائیس آیات مختلف سورتوں سے یکجا کر کے درج کی گئی ہیں کہ جن میں اللہ رب العزت نے اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا مبارک نام ذکر کیا ہے اور ایسے احکام اور خصائص بیان کئے ہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ میں مشترک ہیں۔ اور یہ آیات سراسر نبی کریم ﷺ کے خصائص مبارکہ پر دلالت کر رہی ہیں۔ ۶۵

مفتی یار احمد یار خان لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے کلام الٰہی میں متعدد مقامات پر اپنی اطاعت کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور اپنی محبت کو بھی نبی آخر الزمان کی اطاعت کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۶۶

(اے محبوب فرما دیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا)۔

اس آیت کریمہ میں لوگوں کو خدا رسی کا راستہ بتایا گیا ہے اور اس سے محبوب کبریا کی شان عالی کا اچھی طرح ظہور ہو رہا ہے۔ اتباع کہتے ہیں پیچھے پیچھے چلنے کو، تو آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر محبت الٰہی چاہتے ہو تو محبوب کے پیچھے چلے آؤ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ۶۷

(اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تم کو بلائیں)۔

آیت مبارکہ میں رب العالمین نے صحابہ کرام کو اس بارگاہ میں رہنے کا ادب سکھایا ہے جہاں فرشتے بھی اجازت لے کر آتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے نہیں فرمایا کہ آپ خود انہیں اپنا ادب سکھائیں بلکہ خود رب نے سکھایا کہ اس درگاہ عالی مقام میں رہنے کا ادب یہ ہے کہ اگر تم کو کسی وقت ہمارے محبوب پکاریں تو تم

کسی حال میں بھی ہو، نماز میں ہو، کسی وظیفہ میں مشغول ہو یا گھر کے کسی کام میں ہو، جس حال میں ہو تمام کاروبار چھوڑ کر فوراً بارگاہِ حبیب میں حاضر ہو جاؤ۔ آیت مبارکہ کا لطیف پہلو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے دو بلانے والوں کا ذکر فرمایا۔ اللہ اور رسول اللہ کا اور یہ ظاہر ہے کہ بلا واسطہ اللہ تو کسی کو پکارتا نہیں اور نہ کسی کے کان میں اللہ کی آواز آوے تو لامحالہ رسول ہی پکاریں گے اور ان کا پکارنا خدا کا پکارنا ہے اسی لئے آگے فرمایا اِذَا دَعَا کُم واحد کے صیغہ سے"۔[۶۸]

اللہ رب العزت کے ساتھ حبیب الہ کی نسبت کو ایک اور آیت کے تحت نہایت پر اثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ [۶۹]

(وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے)۔

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کہ: "یہ آیت نبی کریم ﷺ کی نعت کے انتہائی بلند درجے کو ظاہر کر رہی ہے۔ اس میں بیعت رضوان کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ پھیلی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی اور سب نے اپنے اپنے ہاتھ حضور اقدس کے ہاتھ میں دے کر بیعتِ جہاد کی، پھر حضور نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا، کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ رسول اللہ کا ہے اور میں عثمان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ اس آیت میں اسی بیعت کا ذکر ہے اور اس بیعت کے کرنے والوں کو عظمت کا اظہار ہے۔ لیکن اس سے بارگاہِ الٰہی میں حضور اکرم ﷺ کا تقرب واضح ہوتا ہے کہ حضور کی اطاعت، اللہ کی اطاعت، حضور کی بیعت اللہ کی بیعت، یہاں تک کہ حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ صاحب روح البیان نے لکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا جو کسی کو نہ ملا۔ حضور سراپا مظہر قدرت الٰہی ہیں۔ وجود آپ کا ہے اور اس میں ظہور رب کی قدرت کا ہے"۔[۷۰]

قاضی محمد سلیمان منصور پوری اس اختصاص کے ذیل میں لکھتے ہیں: "غور کرو کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے باعینِ ذات قرار دیا ہے اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوا"۔[۷۱]